سیرت پیغمبر اکرمؐ میں خواتین کے ساتھ اجتماعی رابطوں کے اصول

مؤلفین: طاہرہ رجبی[1]

حسن علی بختیار نصر آبادی[2]

مترجم: مولانا سید توکل حسین شمسی

خلاصہ

انسان ایک اجتماعی مخلوق ہے، اسی بناء پر اسلامی معاشرے کے اہداف، افراد کے آپسی شائستہ تعاملات کے سائے میں محقق ہوتے ہیں کہ جن میں افراط و تفریط، اجتماعی روابط کے لئے ہمیشہ سے مشکل ساز رہا ہے۔

اس آرٹیکل میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ رسول خداؐ کی عملی زندگی سے خواتین کے ساتھ ان کے سلوک کو ایک سیرت کی صورت میں بیان کیا جائے، اور کیونکہ آرٹیکل میں انداز تحقیق مطالعہ تاریخ میں منحصر رکھا گیا ہے لہٰذا شواہد بھی کتب تاریخی سے ہی لائے گئے ہیں۔ ان شواہد کی جانچ پڑتال سے یہ مطلب عیاں ہوتا ہے کہ آپؐ کی ہمیشہ یہی سعی رہی ہے کہ خاتون کے متعلق معاشرے میں موجود افکار کی اصلاح کی جائے اور اس کا حقیقی مقام اس کو لوٹایا جائے اور سماجی تعلقات میں اس کی انسانیّت کو مد نظر رکھا جائے، آپؐ کی سیرت طیبہ میں اس کی کرامت انسانیہ، استقلال، معرفت و عدالت مشہود تھی، جہاں مرد و زن کے فطری اختلاف کی بات تھی تو وہاں خواتین کے ساتھ آپؐ کا رویّہ وسلوک اس کے احساسات سے منطبق عاطفی اور ستون عفت پر استوار ہوتا تھا۔ آپؐ بعنوان انسان کامل اس کی عطوفت و عفت دونوں پہلو کو مد نظر رکھتے تھے، جو کہ بہترین تعامل کا طریقہ تھا۔

۱۔ سٹوڈنٹ آف تاریخ و فلسفہ اصفہان یونیورسٹی ان ماسٹرز

۲۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر آف اصفہان یونیورسٹی تاریخ دریافت آرٹیکل ۱۹/۰۷/۱۳۹۴تایید ۱۱/۰۷/۱۳۹۶

مقدمہ

انسان ایک اجتماعی مخلوق ہے، اور اس کا اجتماعی و معاشرتی ہونا ایک فطری صفت ہے اس معاشرتی نظام کی اہمیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے کچھ اور ہی آشکار ہوئی، دین اسلام دوسرے ادیان کی نسبت انسانی معاشرے کے اجتماع پر زیادہ توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے اس لئے وہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں اس کو مہمل یا کم رنگ نہیں ہونے دیتا۔[۱]

ایک معاشرے کی تشکیل کے اسباب میں سے ایک اہم سبب اس معاشرے کے افراد کے باہمی تعلقات کی نوعیت و کیفیت ہے، جبکہ اس معاشرے کے اعضاء مرد و زن ہیں جن کے باہمی ارتباط سے معاشرہ وجود میں آتا ہے، اور یہ تعلق جوامع مختلف، وجود زن کے متعلق الگ الگ نظر کے پیش نظر متفاوت ہے۔

جب وجود زن سے تعلق کی بات کی جائے تو طول تاریخ میں اس موضوع پر مختلف نگاہ و انداز میں تحلیل کی گئی ہے، کہ جس میں جنجالی انتقادات اور افراط و تفریط کا ہمیشہ ہی سامنا کرنا پڑا، مجموعی طور پر اس کے بارے میں دو طرح کی غلط سوچ پائی جاتی ہے، ایک یہ کہ اس کا وجود اضافی، حقوق اجتماعی سے محروم ہے اور اس کو اس معاشرے میں اپنے لئے اجتماعی نکھار و رشد کا کوئی موقع فراہم نہیں، اس کے مقابل ماڈرن سوسائٹی کی سوچ یہ ہے کہ وہ مرد کے مساوی حقوق کی خواہاں ہے اور اپنے وجود کے اظہار کے لئے ہر طرح کے موقع سے استفادہ کر سکتی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ ایک انسان کامل، اسوہ حسنہ اور حاکم ہونے کے ناطے، ایک اجتماعی و انسانی اسلامی معاشرے کو تشکیل فرماتے ہیں کہ جس کا ہدف سعادت ہوتا ہے وہاں عملی طور اسلام کے قوانین و احکام کو نافذ کیا جاتا ہے، آپؐ اس معاشرے میں مبعوث ہوتے ہیں جہاں عورت کمترین حقوق اور کمترین احترام انسانی سے ہمکنار اور وابستہ ہوتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عورت بہت ہی نامناسب حالت میں تھی، جیسے خرید و فروخت کا سامان ہو، وہ ہر

۱۔ طباطبائی، ص ۱۴۵ تا ۱۴۸، جلد ۴، ۱۳۷۴، ۴

قسم کے اجتماعی وفردی حقوق یہاں تک کہ میراث سے بھی محروم تھی، عرب اس کو حیوانات کے ساتھ شمار کرتے اور جزو اثاث و وسائل زندگی سمجھتے تھے، اکثر وہ قحط یا پھر برے اعمال میں آلودہ ہو جانے کے ڈر سے ان کو پیدا ہوتے ہی تہہ تیغ کرتے یا پھر کسی گہری کھائی میں پھینک دیتے، تو کبھی پانی میں غرق کر دیتے تھے۔[۱]

پیغمبر اکرمؐ کو ایسے حالات میں جاہلی فکر رکھنے والے اعراب میں مبعوث کیا گیا تا کہ آپ اسلامی تعلیمات کے ذریعے ان کی اصلاح کریں اور ایک ایسے صحیح وسالم زندگی کی طرف ان کی ہدایت فرمائیں کہ جس میں باہمی روابط شائستہ ہوں اور تمام باطل رسوم پر خط بطلان کھینچا جائے۔ اسلام کی برکت سے خاتون کو وہ مقام ومنزلت نصیب ہوئی جو دنیائے قبل از اسلام اپنی قدمت کے باوجود نہ دے سکی۔ اگر آج ہم اس کا وہ مطلوبہ مقام نہیں دیکھ پا رہے ہیں تو اس کی وجہ اس کی منزلت سے عدم معرفت یا شناخت نادرست ہے۔[۲]

رسول اکرمؐ نے مکہ مکرمہ میں آغاز بعثت پر پہلے اعتقادی مسائل بیان کئے تا کہ لوگوں کے طرز تفکر کی اصلاح کی جائے اور پھر ان توحیدی عقائد کے سائے میں مرد و عورت کو زندگی کے مختلف مرحلوں سے آگاہ کرتے ہوئے خلیفۃ الٰہی کی منزل پر لایا جائے، ان دنوں عرب کے معاشرے میں عورت کی منزلت ضعیف ہو چکی تھی، ایسے میں آپؐ نے وجود زن کی صحیح معنوں میں تعریف فرمائی تا کہ وہ اپنی گمشدہ شناخت کو انسانی فطرت اور اپنے وجودی خصوصیات کی بناء پر ڈھونڈ سکے، اور پھر اس صحیح شناخت کے ساتھ معاشرتی زندگی میں اپنے اجتماعی تعامل و روابط کو حسین تر بنا سکے۔

اس مقالے کا ہدف اس مطلوبہ وضعیت کا نقشہ کھینچنا ہے جو آپؐ کے خواتین سے سلوک کی عملی سیرت سے ہی حاصل ہوا ہے، اس آرٹیکل میں ایک سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ معاشرے میں خواتین سے برتاؤ کے تربیتی اصول کیا ہیں؟

اسلام، اجتماع اور ایک مطلوبہ اخلاقی معاشرے کے قیام کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، اس لئے وہ

۱۔ سبحانی، ۱۳۸۷

۲۔ طباطبائی، جلد ۲، ص ۴۱۴، ۱۳۷۴

عورت کے متعلق ایک انسانی اور بلند نگاہ رکھتا ہے، اس لئے عقلاء کی سطح پر معاشرے کو اپنے مطلوبہ اہداف کے حصول کے لئے انسانی تعلقات کی بنیاد پر رکھنا پڑے گا بالخصوص پیغمبرؐ کی سیرت کو اساس بناتے ہوئے اسلام کی نگاہ میں مرد وزن کے باہمی تعلقات کو دیکھنا ہوگا، اور اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ آپؐ کے خواتین کے ساتھ سلوک کو مد نظر رکھتے ہوئے، عصر پیغمبرؐ میں زندگی بسر کرنے والوں کا ایک تاریخی جائزہ لیا جائے تا کہ مرد وعورت کے باہمی روابط کا ایک مطلوب اسوہ حاصل ہو۔

"زن از نگاہ پیغمبرؐ" کے موضوع پر مختلف تحقیقات انجام دی گئی ہیں، شفیعی (۱۳۹۱) کا ایک آرٹیکل ہے جس کا عنوان "زن از نگاہ پیغمبرؐ" ہے وہ اس میں مختلف آراء بیان کرتے ہیں، جو خاتون کے روابط کو ایک خاندان کی حد تک تو بیان کرتی ہیں، لیکن معاشرے میں اس کے مقام و مرتبہ کی طرف اشارہ نہیں کرتیں۔[1]

ایک دوسرا آرٹیکل ہے جس کا فارسی عنوان "تبیین نظام مطلوب روابط اجتماعی بر اساس آموزہ ھای تربیتی پیامبر اکرمؐ در نہج الفصاحہ" ہے مقالہ نگار اس میں اجتماعی روابط و تعلقات کے لئے ایک مطلوب نظام کی بات کرتے ہیں اور کچھ اصول بھی مشخص کرتے ہیں، لیکن وہ بھی مشترک انسانی روابط سے متعلق ہے۔ (یعنی خواتین سے مخصوص نہیں ہے)[2]۔

موصوف اپنے ایک دوسرے آرٹیکل میں پیغمبرؐ کی تہذیب وثقافت کے معاملے میں کارفرما سیاست اور پھر دورہ جاہلیت میں موجود خاتون کی ثقافتی واجتماعی موقعیت پر اس کے اثرات کی تحقیق کرتے ہیں، انہوں نے اس آرٹیکل میں دور جاہلیت کے قوم و قبائل میں خاتون کی منزلت اور آپؐ کے گفتار کہ جس میں عورت کی کرامت انسانی پر تاکیدات بیان ہوئی ہیں، ایک مقایسہ کیا گیا ہے۔

طیبی (۱۳۸۶) اپنی کتاب میں رسول اکرمؐ کے خانوادے اور معاشرے میں موجود خواتین کے ساتھ کردار وسلوک کی تحلیل کرتے ہیں۔

۱۔ سبحانی نژاد اور علیین، ۱۳۸۷

۲۔ جمشیدی اور زائری، ۱۳۸۷

اس بناء پر آج تک کوئی مستقل تحقیق جس میں رسول خداؐ کے خواتین سے سلوک کے اجتماعی اصول بیان کئے گئے ہوں نظر سے نہیں گزری۔

آپؐ کی حیات طیبہ اور سیرۂ عملی کا دقیق مطالعہ ضروری ہے تاکہ مرد و زن کے اجتماعی تعلقات کی نوعیت کے بارے متعادل نظریہ حاصل ہو سکے۔

انداز تحقیق

اس آرٹیکل میں تحقیق کا طریقہ کار اور مبنیٰ تاریخی مطالعات ہے، ایک تاریخی تحقیق وہ ہوتی ہے جس میں گذشتہ تاریخی واقعات سے جڑے سوالات کے جوابات ایک منظم انداز میں تلاش کیے جاتے ہیں، اس ہدف کے ساتھ کہ موجودہ تعلیم و تربیت کے مسائل کے حل میں بہتری لائی جاسکے۔[۱] لیکن اس طرح کی تحقیقات کا ہدف، حالات حاضرہ کو سمجھنے کے لئے اخلاقی حدود کا تعین ہے۔

ایک تاریخی ریسرچ کے لئے درج ذیل مراحل کی ضرورت ہوتی ہے۔

ابتدا میں تاریخی درپیش مسئلے کو بیان کیا جاتا ہے، پھر اس کے متعلق موجود تاریخی منابع و مواد کی جستجو ہوتی ہے، منابع کی فہرست پہلے سے معین نہیں ہوتی بلکہ کام کے دوران ہی بڑھتی اور مکمل ہوتی رہتے ہے۔ پھر ضروری ہے کہ اس مواد کا خلاصہ اور جانچ پڑتال کی جائے اور آخر میں جو کچھ ہمارے موضوع اور مسئلے کے بارے میں ہے اس کی تحلیل کی جائے۔[۲] اس آرٹیکل کے لیے پہلے زندگانی پیغمبرؐ کے متعلق موجود کتب تاریخ کو دیکھنا ہوگا، یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کام کا آغاز ان قدیمی عربی کتب سے کیا جائے جن کا فارسی میں ترجمہ ہوا ہو، اس کے بعد عام تاریخی اور رجالی کتب کی طرف رجوع کیا جائے، اس مقصد کے حصول کے لئے ترجمہ طبقات الکبری جیسی کتاب زیادہ کارآمد ہے کہ جس میں الگ سے پوری ایک جلد صدر اسلام کی خواتین کے تعارف پر مشتمل ہے اور بعد کے مراحل میں لازم معلومات کی جمع آوری اور ترتیب بندی کی بناء پر رسول

۱۔ نصر و ہمکاران، صفحہ ۱۱۲۹تا۱۱۳۰، ۱۹۸۳

۲۔ نصر و ہمکاران، صفحہ ۱۱۳۸تا۱۱۳۵

خدا کے خواتین کے ساتھ تعامل و سلوک کے اصولوں کی تحلیل ہوئی ہے۔

سلوک کے اقسام

جب تک کچھ افراد آپس میں مل کر نہ رہیں روابط اور تعلقات جنم نہیں لیتے اور نہ ہی ایک اجتماع و کمیونٹی کا مفہوم وجود میں آتا ہے، ایک معاشرے کی تشکیل کے لئے اس معاشرے کے افراد کے درمیان تعلقات کا برقرار ہونا بہت ضروری ہے۔[1]

اور یہ تعلقات تین صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں، خود اپنے آپ سے، دوسرے انسانوں سے اور انسانوں کے باہمی تعلقات، انسان کا دوسرے انسانوں سے تعلق تفہیم و تفاہم کہلاتا ہے جو مختلف دلائل کی بناء پر وقوع پذیر ہوتا ہے، اپنے اور دوسروں کے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے، باہمی تضاد و تعارض کو رفع کرنا، اطلاعات کا تبادلہ، ایک دوسرے کو بہتر سمجھنا (انڈر اسٹینڈنگ)، اجتماعی ضروریات کا ازالہ اور دوسری بہت ساری چیزیں ہر انسان کے لیے ضروری ہیں۔

اس تعلق کو صحیح اور مؤثر بنانے کے لئے مہارت ضروری ہے، جس میں کسی کی بات کو سننا اور اور ہمدلی رابطہ کے حصول کے لئے لازم ہیں، ان دو مہارتوں کے ذریعے سے دوسرے لوگوں کے ساتھ مؤثر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے، ایک دوسرے کا ادراک آسانی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے جب کبھی ایک اچھے مؤثر تعلق کی بات کی جائے تو معمولاً ہمارا ذہن گفتگو کی طرف جاتا ہے جبکہ کسی کی بات کو اچھے سے سننا بھی تعلقات کو برقرار کرنے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے، اگر وہ گفتگو سے اہم نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں، کسی کی سنے بنا مطلوبہ ہدف حاصل نہیں ہوتا۔ ہمدلی ایک خاص توانائی ہے جس کے سبب دوسروں کی بہتر شناخت کی جا سکتی ہے، اور اس کی فکر تک رسائی حاصل کرتے ہوئے دنیا کو اس کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ افراد کے ایک دوسرے کو سمجھنے اور درک کرنے کی صلاحیت میں چشم دید فرق ہوتا ہے، ہر کوئی اپنی صلاحیت کے مطابق ہی دوسروں کے احوال سے آگاہی حاصل کر پاتا ہے۔ اگر کوئی فرد یہ چاہتا ہے کہ وہ فرد مقابل کو زیادہ سے زیادہ سمجھ پائے اور اس

۱۔ فرہنگی، صفحہ ۱۳، ۱۳۸۷

سے اپنا تعلق بڑھانے کا خواہاں ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے دوسروں کی نسبت ادراک کی شناخت و تشخیص کو جانے، دوسروں سے حس ہمدلی کا طالب خود ان کی نسبت حساس ہو ان کو اچھے انداز میں سمجھے اور اپنی شخصی رائے سے کام نہ لے۔[۱]

اسلام میں تعلقات کا ایک حصّہ تبلیغ سے ہی محقق ہوتا ہے، دین الٰہی میں پیغام حقیقی کی رسائی اور لوگوں کی صحیح زندگی ان تعلیمات اسلامی کی بناء پر ہی ممکن ہے جس کی تبلیغ پیغمبروں نے فرمائی ہو، تبلیغ، ارتباط و تعلق کی ایک خاص نوع ہے جس کا ہدف تعلیم، اقناع و قناعت اور کبھی کبھی طرف مقابل کو انجام عمل پر آمادہ کرنا ہوتا ہے[۲]

دینی تربیت میں ارتباط و تعلقات کے چار اصول، انسان کا تعلق خدا، خود، دوسروں اور اس کائنات سے محور سخن ہوتے ہیں، انسان کی رشد و تربیت کا سرچشمہ ومبداء یہی چار تعامل ہیں(سجادی،۱۳۸۸)؛ البتہ یہ سارے انسانی تعلقات و ارتباطات، اپنے خدا سے تعلق کے سائے میں ہی معنی و مفہوم پیدا کرتے ہیں، سیرت پیغمبرؐ میں دوسروں سے روابط و تعلقات، پیام الٰہی کے ابلاغ، تعلیم و تربیت اور انسانوں کے کردار کی اصلاح کی بنیاد پر ہوتا تھا۔

افراد معاشرہ کے دائرہ تعلقات میں ہر فرد کی انسانیت سے اس انداز میں گفتگو ہوگی کہ تعین جنسیت لازم نہ رہے، اس آرٹیکل میں مرد و عورت کی نسبت، نگاہ انسانی کو شفاف تر کرنے کے لئے آپؐ کے خواتین کے ساتھ تعامل و سلوک میں حاکم تربیتی اصولوں کی تحلیل کی جائے اور اس ہدف کو سامنے رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ آپؐ کی سیرت عملی میں خواتین کے ساتھ سلوک اور تال میل پر ریسرچ کی جائے۔

انسانیت زن (خواتین کے انسانی پہلو کی طرف توجہ)

حقیقت انسانی، روح سے تشکیل پاتی ہے جسم سے نہیں، انسان کی انسانیت کو اس کی جان سے جانا جاتا ہے نہ

۱۔ فرہنگی، صفحہ ۲۰۷تا۲۱۶

۲۔ خندان، صفحہ ۱۸۹، ۱۳۷۴

کہ جسم سے یا مجموعہ جسم وجان سے۔ (جوادی آملی، ۱۳۷۷، صفحہ ۷۶)۔

ایک انسانی معاشرے کے معاشرتی تعلقات کو برقرار رکھنے میں جو کہ ہر انسانی سماج کے لئے ضروری بھی ہیں انسان کی انسانیت پر توجہ رکھنا بہت مہم ہے، اور خواتین کیونکہ اس معاشرے کے نصف حصے کو تشکیل دیتی ہیں اور ان تعلقات میں حصہ دار ہیں، لہذا ان شاء اللہ اس تحقیق میں آپؐ کے خواتین کے ساتھ سلوک اور پھر اس میں کیا اصول مرکزی حیثیت رکھتے تھے بیان کئے جائیں گے۔

کرامت انسانی (خواتین سے تعامل وسلوک ان کی کرامت انسانی کو مد نظر رکھتے ہوئے)

طبق قرآن، فرزندان آدم ذاتی کرامت وشرافت سے سرشار ہیں جو ان کو اللہ تعالی کی طرف سے عطا ہوئی ہے[1] جہان انسانوں کے باہمی تعلق وارتباط کے قائم کرنے کی بات کی جائے تو طول تاریخ میں خواتین کی شخصیت کی نسبت کم لطفی سے کام لیا گیا ہے، جبکہ انسانی عظمت کا پاس رکھنا یہ ابتدائی ترین اصولوں میں سے ہیں۔

مالک بن لوذان قبیلہ بنی سمیعہ کے بزرگ تھے زمانہ جاہلیت میں ان کو بنی صماء کہا جاتا تھا، صماء کا معنی ہے بہرہ پن، یہ اس خاتون کا لقب تھا جس کا مالک نے دودھ پیا تھا، اور چونکہ اس بیچاری کو کم سنائی دیتا تھا اس بنا پر ان کی اولاد کو بھی اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب یہ قبیلہ مسلمان ہوا تو پیغمبرؐ نے ان کا نام تبدیل کر کے بنی سمیعہ (سننے والی) رکھا (ابن سعد، جلد ۴، صفحہ ۳۳۷، ۱۳۷۴) پیغمبر خداؐ نے اپنے اس ایک عمل سے نہ صرف زمانہ جاہلیت کی اس رائج بیہودہ رسم کی اصلاح فرمائی بلکہ اس نادرست لقب کو اس خاتون کے لئے ماندگار ہونے سے بھی روک دیا اور پھر سمیعہ جیسا خوبصورت نام دے کر اس کو شخصیت وکرامت عطا فرمادی۔

زینبؓ، دختر قسامہ جناب اسامہ بن زیدؓ کی زوجہ تھی لیکن اسامہؓ نے ان کو طلاق دے دی، پیغمبر اکرمؐ نے اس واقعہ کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میں اس کو ایک نیک وپارسا خاتون کے متعلق راہنمائی کروں اور وہ اس سے شادی کرے اور میں اس کا سسر بن جاؤں؟ اس دوران آپ کی نگاہ مبارک جناب

۱۔ سورہ اسراء، آیت ۷۰۔

نعیمؓ پر تھی، تو جناب نعیمؓ عرض کرنے لگے: اے رسول خداؐ ظاہراً آپ کی نظر کرم مجھ پہ ٹھہری ہے، فرمایا: ایسا ہی ہے اور پھر جناب نعیمؓ نے زینبؓ سے شادی کر لی اور ان سے ابراہیم کی ولادت ہوئی، ابراہیم بن نعیمؓ جنگ حرہ سن ۶۳ کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے جو اسی جنگ میں شہید بھی ہوئے (ابن سعد، جلد ۵، صفحہ ۲۸۷، ۱۳۷۴) کیونکہ رسول اکرمؐ جناب زینبؓ کی پہلی شادی میں اور جناب اسامہؓ کا تعارف کروانے میں واسطہ تھے اس بناء پر جب شادی طلاق پر منجر ہوئی آپؐ نے جناب زینبؓ کی دوسری شادی میں بھی وساطت فرمائی تاکہ ان کی شخصیت و کرامت کا احیاء فرمائیں۔

سفانہ، دختر حاتم طائی کو ہمراہ اسراء مدینہ میں لایا گیا اور جہاں پر اسیروں کی نگہداری کی جاتی تھی ان کو بھی قید کر دیا گیا، ایک دن آپؐ کا گزر وہاں سے ہوا تو اس نے اپنی آزادی کی خواہش کی لیکن آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ اسی طرح تین دن تک اپنی درخواست کا تکرار کرتی رہی یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا میں تمہاری آزادی سے موافق ہوں لیکن آپ جلدی نہ کریں میں ایک قابل اطمینان شخص کی تلاش میں ہوں تاکہ اس کے ہمراہ آپ کو آپ کے دیار پہنچایا جائے، اگر آپ کے پاس کسی ایسے شخص کی اطلاع ہے تو مجھے آگاہ کریں میں اس کے ساتھ آپ کو آپ کے شہر روانہ کر دوں۔ اس ماجرا کے کچھ دن بعد مدینہ میں قبیلہ بنی حاتم کا ایک کاروان آیا پیغمبر اکرمؐ نے سفانہ کے لئے کچھ لباس، زاد راہ اور ایک مرکب کا اہتمام فرمایا اور اس کاروان کے ساتھ ان کو روانہ فرما دیا (رسولی، جلد ۲، صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۱، ۱۳۷۵)۔ پیغمبر اکرمؐ سفانہ کی شأن و شوکت کو حفظ کرتے ہوئے اس کی آزادی پر راضی تھے اور چاہتے تھے کوئی مناسب فرد ہمسفر کے طور پر مل جائے تاکہ وہ کسی انجان کے ساتھ سفر پر مجبور نہ ہو، آپؐ کا یہی کردار شاہد ہے کہ آپؐ کس قدر خاتون کی شرافت و عظمت و کرامت کو اہمیت دیتے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ کے کردار میں خواتین کے ساتھ ارتباط و سلوک کو اگر مد نظر رکھا جائے تو کرامت انسانی کا پاس و لحاظ رکھنا آپؐ کے مہم ترین اصولوں میں سے تھا، وہ کرامت جو کہ انسان کو گوہر خلقت کے ساتھ ہی عطا ہوئی اور وہ انسانیت جو کہ روح الٰہی سے نصیب انسان ہوئی وہی کرامت خداداد ی ہے۔

عورتوں کی آزادی

ترقی یافتہ اور جدید معاشروں میں غالباً عورت کو ایک آلہ ووسیلہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اسی نگاہ کی وجہ سے نہ صرف مرد بلکہ خود عورت بھی ایک عورت کی آزادی واستقلال کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ قرآن مجید میں کچھ خواتین کو اچھی بیوی، اچھی ماں وغیرہ کے عنوان سے یاد کیا گیاہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کو مردوں کے درمیان ہمزہ وصل کی طرح ساقط کر دیا جائے یا وہ خاندان یا معاشرے میں ایک وسیلہ ہو جس کا کام دوسروں کو کمال تک پہنچانا ہو، بلکہ مقصود زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اس کے کمال کی راہیں بیان کرنا ہے جو اس کو اس کے استقلال ذاتی سے محروم نہیں کرتیں،(جوادی آملی، صفحہ ۳۳،۷۷-۱۳۷۷) اسلام میں ایک خاتون کی آزادی واستقلال ایک انسان کے عنوان سے ہے جس کی ہویت حضرت حق کی عبادت میں پنہاں ہے، اور وہ ہویت استقلالی ہے، کسی مذکر سے نہیں جڑی ہے۔

جب پیغمبر اکرمؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اسلام قبول کرنے والی کچھ خواتین آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: اے رسول خداؐ مردوں نے آپؐ سے بیعت کی ہے ہم بھی چاہتے ہیں آپؐ کی بیعت کریں، پیغمبرؐ نے پانی سے بھرا ایک ظرف طلب فرمایا اور اس میں اپنا دست مبارک رکھا، اور خواتین سے فرمایا کہ وہ باری باری اپنا ہاتھ پانی میں ڈبوئیں یہی ان کی بیعت ہے (ابن سعد، جلد ۸، ص ۸، ۴-۱۳۷۷)۔ پیغمبر اکرمؐ نے اعراب کے اس معاشرے میں کہ جس میں خاتون کے لئے رتی برابر بھی لوگ حقوق کے قائل نہیں تھے اپنے اس عمل سے ان کی آزادی واستقلال کا زندہ کیا بلکہ ان کی بیعت کو احترام دیتے ہوئے معاشرے میں ان کے فکری استقلال کی تایید فرمادی۔

خنساءؓ دختر خذام اور زوجہ انیس بن قتادہ انصاریؓ تھی، ان کے شوہر انیسؓ جنگ احد میں شہید ہوگئے ان کے والد نے ان کی شادی ایک ایسے شخص سے کر دی جو ان کو پسند نہیں تھا تو وہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا؛ میرے والد نے مجھے آگاہ کیے بنا فلاں شخص سے میرا عقد کر دیا ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا؛ آپ جس سے چاہیں ازدواج کر سکتی ہیں اور وہ شادی جو والد نے بغیر آگاہ کیے انجام دی ، باطل ہے(ابن سعد،

جلد۸، صفحہ ۴۵۳)۔ اسلام کے احکام کے مطابق خاتون کو دوسری شادی کرنے کے لئے ولی کے اذن کی ضرورت نہیں ہے۔ اس واقعے میں رسول اعظمؐ نے خاتون کے انتخاب شوہر والے فیصلے کا احترام فرمایا اور وہ شادی جو اس کی پسند سے نہیں تھی اس کو باطل قرار دے کر درحقیقت خاتون کے استقلال فکری اور زندگی میں اس کے اختیار کی طرف اشارہ فرمایا۔

عدالت مساوی

اصحاب پیغمبرؐ مختلف واقعات میں آپؐ کی توجہ حاصل کرنے اور شفاعت چاہنے کے لیے حاضر ہوتے تھے، ایک مرتبہ قریش کی ایک خاتون نے چوری کی قریش کے لئے یہ مسئلہ بہت اہم تھا لہٰذا ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس معاملے میں آپؐ سے بات کریں اس مقصد کے لئے اسامہ بن زیدؓ کو بھیجا جو آپؐ کے نزدیکی لوگوں میں شمار ہوتے تھے انھوں نے آپؐ سے بات کی، آپؐ حدود الٰہی کے نفاذ میں سرسخت تھے ان سے فرمایا کس دلیل کی بناء پر آپ حد الٰہی کے نفاذ کے بجائے شفاعت کرنے آئے ہیں؟ آپؐ اٹھے اور ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: تم سے پہلے کچھ لوگ تھے جو تباہ وبرباد ہوگئے کیونکہ جب کوئی قدرت منداور بڑے خاندان کا فرد چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور ہر وقت کوئی ضعیف شخص ایسا کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: خدا کی قسم اگر فاطمہؑ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا (ابن سعد، جلد۴، صفحہ ۵۸ تا۵۹) حالانکہ آپؐ خواتین کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آتے تھے لیکن احکام کے کونافذ اور جاری کرنے میں انتہائی سنجیدہ تھے اور ہمیشہ عدالت سے کام لیتے تھے۔

نرمی ورواداری

نرمی ولچک دار رویہ، اسلامی اخلاقی دستورات میں سے ایک دستور ہے جو ایک اچھی زندگی اور بناتناؤ والے تعلقات کے لیے بہت ضروری ہے۔ پیغمبرؐ نے نرمی کو نصف ایمان بیان فرمایا ہے[۱]۔ ماعزؓ نامی ایک شخص جو جناب ہزال اسلمیؓ کے زیر کفالت تھے ایک خاتون سے فعل حرام کر بیٹھے پھر سخت نادم ہوئے اور اپنے گناہ کے

۱۔ وسائل الشیعہ، جلد۱۲، صحیفہ ۲۰۱۔

بارے میں ہزال سے گفتگو کی انھوں نے مشورہ دیا کہ رسول خداؑ کے پاس جائیں اور ان کو بتائیں، رسول خداؑ نے ان کے بارے حد شرعی جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا، عین اسی وقت جب حد کا کے نافذ وجاری کرنے کا وقت آیا وہ فرار ہو گئے، یاران پیغمبرؑ میں سے ایک نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کو ضرب لگائی جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، پیغمبرؑ اس مارنے والے سے فرماتے ہیں اے کاش تم اس کو چھوڑ دیتے اور وہ خود ہی توبہ کر لیتا، پھر ہزال اسلمی سے فرمایا اگر تم اس کے گناہ پر پردہ پوشی کرتے تو وہ تمہارے لیے بہتر تھا، یہ واقعہ زبان زدہ عام ہوا تو رسولؑ نے اس خاتون کو بلایا بن کچھ پوچھے اس کو فرمایا جاؤ(ابن سعد، جلد ۴ صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۳)۔ اگر چہ آپؐ احکام الٰہی کے نفاذ میں سخت سنجیدہ تھے لیکن اگر شرائط اجازت دیتے تو نرمی ورواداری بھی فرماتے تھے، رسول خداؑ کا اس خاتون سے سلوک قابل توجہ تھا۔ جب افراد خود اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور محافل میں اس موضوع پر گفتگو ہونے لگے تو پھر سکوت ونرمی کی تاثیر اقدام وفریاد سے زیادہ ہوتی ہے۔

فتح مکہ کے بعد جب اسلام کو وسعت ملی، تو رسول خداؑ کے سرسخت اور اصلی دشمنوں کی بیگمات جیسے ہند بنت عتبہ اور ام حکیم دختر حارث بن ہشام قریش کی دس خواتین کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوئیں، ہند کے چہرے پر نقاب تھا کہنے لگی میں ہند عتبہ کی بیٹی ہوں، تو رسول خداؑ نے فرمایا؛ خوش آمدید، پھر آپؑ نے ان کے لئے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور ان سے بیعت قبول کی، اس وقت ام حکیم، عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی کہنے لگی اے رسول خداؑ عکرمہ آپؐ کے ڈر سے یمن بھاگ گیا ہے وہ ڈرتا ہے کہ آپؑ اس کو قتل نہ کر دیں اس لئے آپؑ اس کے لئے امان دیں، تو آپؑ نے فرمایا: وہ امان میں ہے(واقدی، صفحہ ۶۵۰ تا ۶۵۲، ۱۳۶۹)۔ درحالیکہ جب آپؐ مکہ میں تھے تو دس سال تک ان ہی کفار کی طرف سے بہت زیادہ اذیتیں برداشت کرتے رہے اور تین سال اپنے خاندان کے ساتھ شعب ابی طالبؑ میں سخت ترین حالات میں زندگی گزارنے پر مجبور تھے لیکن جب مکہ فتح ہوا تو دشمن کی خواتین کے ساتھ بہت ہی مہربانی اور عفو ودرگذشت سے پیش آئے یہاں تک کہ ان کی درخواست پر ان کے شوہروں کو بھی بخش دیا۔

درس معرفت

شفاء بنت عبداللہؓ صدر اسلام کی مؤمن خواتین میں سے عاقل ترین اور فاضل ترین مؤمنہ تھیں جو اسلام کی پہلی معلمہ بنیں وہ زمانہ جاہلیت میں بھی پڑھنا لکھنا جانتی تھیں اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ثواب کے لئے خواتین کو اسلامی احکام کی تعلیم دیتی تھیں، اسی سبب رسول خداؐ کی خصوصی توجہ کی حامل تھیں، حضرتؐ نے محلہ زرگران میں ان کے لیے ایک گھر مختص کیا تھا، آپؐ بنفس نفیس وہاں تشریف لے جاتے اور ان کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند فرماتے۔ (محمد زادہ، صفحہ ۲۹۰، ۱۳۹۰) آپؐ کا جناب شفاءؓ سے یہ رویہ شاہد ہے کہ کس قدر دانشمند و صاحب علم خواتین کی تکریم فرماتے تھے اور یہ موضوع آپؐ کے نزدیک کتنا بلند تھا کہ ان کے علمی ارتقاء کے ساتھ ساتھ ان کی مادی زندگی بھی مہیا فرمائی تھی، وہ معاشرہ جس میں اکثریت علم و دانش سے ناآشنا اور پڑھنا لکھنا نہیں جانتی تھی ان کے سطح علمی کو بلند کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی اشد ضرورت تھی مذکورہ بالا خاتون کی تعلیم و تربیت ان ہی میں سے ایک تھا۔

خواتین کے جذبات

اگرچہ ایک معاشرے میں خواتین کے ساتھ سماجی تعلقات کی برقراری میں انسان کی انسانیت مدنظر ہونی چاہیے لیکن جو آپؐ کی سیرہ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ خواتین کی خاص صفات پر خصوصی توجہ فرماتے تھے جیسے احساسات و جذبات، اس بناء پر ایک سوسائٹی میں مؤثر تعلقات برقرار کرنے کے لیے خواتین کے جذبات پر توجہ قابل اہمیت ہے، آنے والے حصے میں پیغمبرؐ کی عملی سیرت طیبہ سے اس پوائنٹ پر ریسرچ پیش کی جائے گی۔

عواطف نسواں

عواطف و جذبات ایک ایسی فضیلت ہے جو خاتون کو خداوند کریم سے عطا ہوئی ہے، وہ معاشرے جو آزادی نسواں کے طرفدار ہیں وہ دراصل اپنے ہی غرایز و جبلت کی تسخیر میں ہیں ان کو عواطف نسواں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اسلام میں خاتون آزاد اور معاشرہ اس کے جذبات میں مسخّر کر دیا گیا تاکہ عواطف سے لبریز معاشرہ

جنم لے جس میں ان سے معاشرت، عین ان کے جذبات و عواطف کے مطابق میسر ہو۔[۱]

غزوہ احد میں پیغمبرؐ نے سپاہ میں سے کچھ افراد کو احد پہاڑ پر محافظت کے لیے مأمور فرمایا، دشمن کے مقابل لشکر اسلام کی فتح حتمی ہونے ہی والی تھی کہ ان سپاہیوں نے غفلت سے کام لیا جس کے سبب دشمن پشت سے حملہ آور ہوا، سپاہی اطراف پیغمبرؐ سے پراکندہ ہوئے اور فقط چند نفر ثابت قدم موجود تھے جس میں ایک خاتون جناب نسیبہؓ بھی تھیں جو اپنے شوہر اور دو بیٹوں کے ساتھ مل کر رسول خداؐ کے دفاع میں مشغول تھیں، جب جناب نسیبہؓ کا ایک بیٹا زخمی ہوا تو خود انھوں نے اس کے زخم پر پٹی باندھی، رسولؐ نے اس شخص کی نشاندہی فرمائی جس نے اس کے بیٹے کو زخمی کیا تھا تو اس نے ایک ہی وار سے اس کو زمین گیر کر دیا، پیغمبرؐ نے تبسّم کیا اور فرمایا تم نے اپنا انتقام لے لیا۔[۲] جنگ کے اختتام پر آپؐ نے نسیبہؓ کے متعلق پوچھا کیونکہ وہ جنگ میں مجروح ہوگئی تھیں، پھر ایک شخص کو ان کی احوال پرسی کے لیے ان کے گھر روانہ فرمایا جب آپؐ نے ان کی سلامتی کی خبر پائی تو آپؐ خوشحال ہو گئے۔[۳] اس ماجرا میں آپؐ، نسیبہؓ کے دلیرانہ وشجاعانہ کردار کی طرف متوجہ تھے اور آپؐ نے ان کی صحت و سلامتی کی خبر گیری بھی فرمائی۔

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی شہادت کے بعد رسول اکرمؐ ان کے گھر تشریف لے گئے جبکہ آپؐ کی چشم مبارک سے اشک جاری تھے، فرزندان جعفرؓ کے سروں پر دست شفقت رکھا اور حضرت جعفرؓ کے لیے دعا فرمائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور شہید کے فرزند کو منبر کے زینے پر اپنے سامنے بیٹھایا آپؐ بہت ہی غم زدہ چہرے کے ساتھ محو گفتگو تھے، جب منبر سے نیچے تشریف لائے تو یتیم جعفر کو اپنے گھر لے گئے، حکم دیا جناب جعفرؓ کے گھر والوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا جائے، ایک شخص کو جعفر کے دوسرے فرزند کو بلانے کے واسطے بھیجا، تین دن تک فرزندان جعفرؓ رسول خداؐ کے ساتھ رہے، اس کے بعد بھی آپؐ ان کے گھر تشریف لے جایا

۱۔ جوادی آملی، صفحہ ۳۹۶، ۱۳۷۷
۲۔ واقدی، صفحہ ۱۹۵ تا ۱۹۶، ۱۳۹۶
۳۔ سبحانی تبریزی، صفحہ ۵۶۱، ۱۳۸۷

کرتے تھے۔[۱]

پیغمبر اکرمؐ، دفاع اسلام میں اپنی جانیں فدا کرنے والے شہداء کی بیوگان کی نسبت احساس مسؤلیت فرماتے اور خود ان کے دروازوں پر تشریف لے جاتے تاکہ نزدیک سے ان کے احوال جان سکیں، آپؐ اپنی بیگمات کے علاوہ کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے سوائے ام سلیم جب اس بابت آپؐ سے سوال کیا گیا تو فرمایا اس کا بھائی میرے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا اس پر ترحم کے سبب ایسا ہے۔[۲]

پیغمبرؐ کا یہ دلسوز رویہ فقط شہداء اسلام کی بیواؤں کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ دشمنوں کی بیویوں سے بھی اسی دلسوزی و مہربانی سے پیش آتے تھے، فتح خیبر کے بعد، خیبر کی کچھ خواتین اور بچے جناب بلالؓ کے ہاتھوں اسیر ہوئے، وہ ان کو رسول خداؐ کی خدمت میں لاتے ہوئے ان کے کشتہ شدگان کے پاس سے لائے جن کے اجساد دیکھ کر خواتین بے تاب ہوئیں، آپؐ نے جناب بلالؓ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا آیا رحم تم سے دور ہو گیا تھا جو اس طرح ان کو لائے ہو۔[۳]

جنگ حنین میں پیغمبرؐ نے ایک خاتون کا جسد مقتولین میں دیکھا تو اپنے سپاہیوں سے پوچھا اس کو کس نے قتل کیا پھر اپنے ایک صحابی سے فرمایا اس کے قاتل کی جستجو کر کے اسے بتاؤ تمہارا نبیؐ دشمن کی خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے۔(ابن اثیر، جلد۷، صفحہ ۳۱۷)۔ پیغمبرؐ کی فکر و نگاہ خواتین کے متعلق مصلحت و منفعت سیاسی سے بالاتر تھی، عواطف و جذبات جو کہ خواتین سے پیش آنے کے لئے از حد ضروری ہیں وہ حتی دشمن کی خواتین سے پیش آتے ہوئے بھی پس پشت نہ ڈالے جاتے، ان واقعات سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ خواتین سے برتاؤ، عواطف کی بناء پر ہی ہونا چاہئے۔

۱۔ سبحانی تبریزی، صفحہ ۵۸۴تا۵۸۵، ۱۳۶۹

۲۔ ابن سعد، جلد۸، صفحہ ۴۲۶ ، ۱۴۷۴

۳۔ ابن اثیر، جلد۷، صفحہ ۲۵۸، ۱۳۷۱

رعایت عفت و پاکدامنی

عورت و مرد کے روابط و تعلقات میں رعایت حریم، عفت و پاکدامنی جیسے امور پر آپؐ بہت تاکید فرماتے تھے، آپؐ نے مسلمان کو یہ تعلیم دی تھیں کہ مرد و زن گلی، کوچے میں اس طرح رفت و آمد کریں کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ ہو اور حکم تھا کہ مسجد سے خروج کے وقت اولویّت خواتین کے لیے ہو پھر مرد (بانکی پور فرد، ص ۱۸۱ ،۱۳۸۴)۔ مرد و عورت میں حریم شخصی (حرمتوں) کی رعایت ایسی نہیں ہونے چاہے کہ ایسا محسوس ہو کہ گویا نظر انداز کردی گئی ہے۔

ایک دن جناب اسماءزوجہ جناب زبیر اپنے کھیت سے کھجور کی گٹھلیوں سے بھری ٹوکری اٹھائے پاپیادہ مدینہ کی طرف آرہی تھیں، جناب زبیر کا کھیت مدینہ سے دو تہائی فرسخ کے فاصلے پر تھا، راستے میں رسول خداؐ اور ان کے چند اصحاب جو اپنی اپنی سواریوں پر سوار تھے اور مدینہ کی طرف رواں دواں تھے ان سے سامنا ہوا، رسول خداؐ نے ان کو محض دیکھتے ہی پہلے ان کے لئے دعا فرمائی پھر اپنے ناقہ کو زمین پر بیٹھایا تاکہ وہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جناب اسماء مردوں کے ہمراہ سفر سے احساس شرمندگی کرتی ہیں، آپؐ ان کے اس احساس کو بھانپ لیتے ہیں اور ان کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں (ابن سعد، جلد ۸، ص ۲۶۱ تا ۱۶۲، ۱۳۷۴)۔ خاتون سماج میں ایک خاص عزت و شان رکھتی ہے اس لئے جب تک مجبوری اقتضاء نہ کرے وہ اپنے گوہر وجودی کو مردانہ امور میں مشغول نہ ہونے دے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں خاتون گل بہار کی مانند نرم و نازک ولطیف ہے نہ کہ پہلوانوں کی طرح سخت جان[1]۔

اس واقعہ کے بعد رسول خداؐ کا جب جناب اسماء سے سامنا ہوا تو ان کے پاس سے عبور نہیں فرماتے مگر یہ کہ ان کے لئے دعا فرماتے کیونکہ وہ محنت کش خاتون تھیں دوسرے یہ کہ آپؐ ان کی مدد کرنا چاہتے تھے اس لئے اپنا شتر سواری کے لئے پیش کیا تاکہ وہ اپنا باقی سفر اس پر طے کریں لیکن عفت، مانع ہوئی، آپؐ کا یہ رویہ، آپؐ کی صداقت کا نشاں ہے۔

۱۔فانّ المراۃ ریحانہ ولیست بقھرمانۃ (غررالحکم و دررالکلم، ص ۷۵۹)

اگر مرد اپنے سماج کی خواتین کی شان و منزلت کا قائل ہو جائے تو اس کے ساتھ برتاؤ میں خیر و صداقت کی نیّت آجائے گی اور حیاء کا پاس رہے گا، پھر سماجی تعلقات ضرورت کی بناء پر بغیر کسی ضرر و مفسدہ کے بہتر سے بہتر انداز میں انجام پائیں گے۔

پیغمبر اکرمؐ، اصحاب کی بیٹیوں اور خواتین سے معاشرت اور اجتماعی روابط بہت صمیمی و خالصانہ تھے۔ آپؐ ان کی تکریم و تجلیل کرتے ان سے ملاقات فرماتے حتی پاکیزہ ماحول اور معصومانہ انداز میں ان سے مزاح بھی فرمالیا کرتے، جو تاریخ میں منقول ہے (محمد زادہ، صفحہ ۲۵۷، ۱۳۹۳)۔ سماجی تعلقات میں خاتون کی مدد کے حوالے سے مرد کو نہ تو سراہا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے عذر موجہ کے دائرہ میں قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ حفظ حیاء کا پہلو محفوظ رہے۔ جیسے قرآن کریم میں دختران شعیبؑ کا حیوانات کو پانی پلانے والا قصہ موجود ہے جب حضرت موسیٰؑ نے مشاہدہ فرمایا کہ وہ پانی سے دور کھڑی ہیں تو خود ان کی مدد کے لئے تشریف لے گئے۔

اہم مطالب

پیغمبر اکرمؐ کا سماج کے لوگوں سے بالخصوص خواتین کے ساتھ طرز عمل خاص اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ ایک طرف سے آپؐ نے یہ سعی فرمائی کہ خواتین کے متعلق، افراط و تفریط پر مشتمل نظریہ زمانہ جاہلیت کی اصلاح فرمائیں تو دوسری طرف یہ کوشش تھی کہ خواتین سے شائستہ تعلقات و روابط برقرار کرنے کے لئے اسلامی نمونہ عمل پیش کیا جائے۔ آخر میں خلاصے کے طور پر چند مطالب و نتائج کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ رسول خداؐ کا اس طرح کے تعلقات کی برقراری سے کا مقصد پیام الٰہی اور تعلیمات دینی کو لوگوں تک پہنچانا تھا اسی لئے آپ اس مقصد کی تکمیل کے لئے موقعیت کے پیش نظر مختلف طرز عمل اختیار فرماتے تھے۔

۲۔ اسلام ایک دینی تعلقات و وابستگی کا مذہب ہے اور یہی انسان ساز اور مؤثر تعلقات ایک اسلامی سماج میں نہ صرف ایک فرد بلکہ پورے معاشرے کے کمال کا موجب بنتے ہیں۔

۳۔ رسول خداؐ کے تعلقات و رابطے تعلقات و رابطے انسانی تعلقات و روابط کے چاروں عناصر میں ہی تحلیل ہوتے ہیں، آپؐ کا معاشرے کی خواتین سے تعلقات اور ملاقات کا انداز خدا کے ساتھ تعلق کے سائے میں ہی

قابل تفسیر ہے۔

۴۔جب انسان اپنے اصلی ہدف میں خدا اور اپنے آپ سے شائستہ تعلق بر قرار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تبھی وہ آسانی سے دوسرے انسانوں سے بھی روابط بر قرار کرپاتا ہے۔

۵۔پیغمبر اکرمؐ ایک انسان کامل اور بہترین عبد خدا ہونے کے ناطے اپنے تمام افعال وگفتار میں رضائے مخلوق پر رضائے الٰہی کو مقدم فرماتے ہیں اسی لئے جب حدود الٰہی کے اجراء ونفاذ کی بات ہوتی ہے تو مرد وعورت میں فرق کے قائل نہیں ہوتے۔

۶۔روابط میں مصلحت افراد اور مصلحت معاشرہ کے پیش نظر نرمی و رواداری ضروری ہے اور یہی سماجی تعلقات کی بنیاد مانی گئی ہے۔

۷۔انسان، مرد ہو یا عورت، روحانی اعتبار سے ایک ہی جنس سے اور مشترک ہیں، لہذا معاشرے میں جب انسانوں سے تعلقات کی بات آئے تو توجہ انسان کی انسانیت پر مرکوز ہونی چاہیے اسی وجہ سے رسول خداؐ بھی خواتین کے ساتھ اسی معیار پر معاملات کرتے تھے اور تعلقات بر قرار کرنے میں مشترک اور خاص اصولوں کو مد نظر رکھتے تھے۔

۸۔ہر قسم کے انسانی روابط کی اساس، کرامت وشرافت انسانی ہی ہونی چاہئے، پیغمبر اکرمؐ خواتین کے ساتھ سلوک میں عدالت، استقلال وآزادی، معرفت وعطوفت جیسے اصولوں کو محور قرار دیتے تھے۔جن کی رعایت شائستہ روابط کے لئے لازم وملزوم ہے۔

۹۔مرد وعورت کے باہمی تفاوت وامتیاز کو مد نظر رکھنا مؤثر تعلقات بر قرار کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ جبھی تو رسول خداؐ کا اصول، عطوفت ومہربانی پر استوار تھا، مرد وعورت کے روابط میں عفت وحیاء کی رعایت آپؐ کی عملی سیرت میں قابل مشہود تھی اور آپ اس معاملے میں اعتدال سے کام لیتے تھے۔

نتیجہ

آرٹیکل کے شواہد کے پیش نظر خواتین کے ساتھ سماجی واجتماعی روابط کے اصول کو ذیل میں خلاصہ

کیا جاسکتا ہے:

سماج میں ایک خاندان کی مانند خاتون کے عاطفی و جذباتی پہلو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے لیکن یہ توجہ اور لحاظ ایک اجتماع کی ظرفیت کے مطابق ہی ہونا چاہیئے ہے جبکہ عموماً یہ توجہ اس کے انسانی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے ہوتی ہے۔ آپؐ مردوں کی طرح خواتین کو بھی انسانی نگاہ سے دیکھتے تھے اور معاشرے کی خواتین کے ساتھ پیش آنے میں عدالت، معرفت، فکری استقلال کے ساتھ ساتھ انسانی کرامت جیسے اصول پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

منابع:

۱. قرآن کریم۔

۲. ابن اثیر، علی بن محمد (۱۳۷۱)؛ الکامل فی التاریخ؛ ترجمہ ابوالقاسم حالت وعباس خلیلی؛ تہران؛ مؤسسۂ مطبوعاتی علمی۔

۳. ابن سعد، محمد بن سعد، (۱۳۷۴)؛ طبقات الکبری؛ ترجمہ محمود مہدوی دامغانی؛ تہران؛ انتشارات فرہنگ واندیشہ۔

۴. بانکی پور فرد، امیر حسین (۱۳۴۹)؛ حیا؛ اصفہان؛ حدیث راہ عشق۔

۵. تمیمی آمدی، عبدالواحد بن محمد (۱۴۱۰ھ)؛ غرر الحکم ودرر الکلم؛ قم، دارالکتاب الاسلامی۔

۶. جوادی آملی، عبداللہ (۱۳۷۷)؛ زن در آئینہ جلال وجمال؛ قم، اسراء۔

۷. جمشیدی ہا، غلام رضا و قاسم زائری (۱۳۸۷)؛ سیاست گذاری فرہنگی پیامبرؐ و تأثیر آن بر موقعیت فرہنگی۔ اجتماعی زنان در زیست جہان جاہلی؛ مجلہ زن در توسعہ وسیاست، ش ۲۳، صفحہ ۵ تا ۳۸۔

۸. حر عاملی، محمد بن حسن (۱۴۰۹ھ)؛ وسائل الشیعہ؛ قم، مؤسسہ آل البیتؑ۔

۹. خندان، محسن (۱۱۳۷۴)؛ تبلیغ اسلامی ودانش ارتباطات اجتماعی؛ تہران، سازمان تبلیغات اسلامی۔

۱۰. رسولی، سید ہاشم (۱۳۷۵)؛ زندگانی محمدؐ پیغمبر اسلام: ترجمہ سیرۃ النبویہ؛ چاپ ۵، تہران، کتابچی۔

۱۱. سبحانی تبریزی، جعفر (۱۳۸۷)؛ فروغ ابدیت، تجزیہ وتحلیل کاملی اززندگانی پیغمبر اکرمؐ؛ قم، بوستان کتاب۔

۱۲. سبحانی نژاد، مہدی وحمید علیین (۱۳۸۶)؛ تبیین نظام مطلوب روابط اجتماعی براساس آموزہ ھای تربیتی پیغمبر اکرمؐ در نہج الفصاحہ؛ مجلہ علوم انسانی مصباح، شمارہ ۱۷، صفحہ ۴۳ تا ۷۲۔

۱۳. سجادی، ابراہیم (۱۳۸۸)؛ قرآن وبازتاب تربیتی روابط چہار گانۂ انسان ؛ مجلہ پژوهش های قرآنی، شمارہ ۵۹و۶۰، صفحہ ۹۰تا۱۳۹۔

۱۴. شفیعی، محمد (۱۳۹۱)؛ "زن از نگاہ پیغمبر"؛ فصل نامہ علمی پژوهشی زن و فرہنگ، شمارہ ۳، صفحہ ۲۳ تا ۳۵۔

۱۵. طباطبائی، سید محمد (۱۳۷۴)؛ تفسیر المیزان؛ ترجمہ سید محمد باقر موسوی همدانی؛ قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم۔

۱۶. طیبی، ناہید (۱۳۸۶)؛ گونہ شناسی رفتار پیغمبر اعظمؐ با زنان؛ قم، کتاب طہ۔

۱۷. علی بن ابی طالبؑ (۱۳۷۹)؛ نہج البلاغہ؛ ترجمہ محمد دشتی؛ قم، دفتر نشر الہادی۔

۱۸. فرہنگی، علی اکبر (۱۳۷۸)؛ ارتباطات انسانی؛ تہران، خدمات فرہنگی رسا۔

۱۹. محمد زادہ۔ مرضیہ (۱۳۹۳)؛ زنان پیغمبر اکرمؐ و زنان پیامبر اکرمؐ؛ تہران، سازمان چاپ و انتشارات وابستہ بہ سازمان اوقاف وامور خیریہ۔

۲۰. نصر، احمد رضا وہمکاران (۱۳۸۳)؛ روش های تحقیق کمی و کیفی در علوم تربیتی وروان شناسی؛ جلد ۲، تہران، سمت۔

۲۱. واقدی، محمد بن عمر (۱۳۶۹)؛ مغازی تاریخ جنگ ہای پیغمبرؐ؛ ترجمہ محمود مہدوی دامغانی؛ تہران، مرکز نشر دانشگاہی۔